الایام: مجلس برائے تحقیق اسلامی تاریخ وثقافت، کراچی جلد: ۱،شمارہ:۲، جولائی۔ دسمبر ۲۰۱۰

سوانح مولانا روم - ایک مطالعہ

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

یہ کتاب مولانا جلال الدین رومی کی سوانح عمری اورعلامہ شبلی کے سلسلہ کلامیہ کا چوتھا حصہ ہے،۱۹۰۴ء میں علامہ شبلی کے قیام حیدرآباد میں لکھی گئی اور ۱۹۰۶ء میں اس وقت شائع ہوئی جب علامہ شبلی ندوہ کی تعمیر وترقی میں ہمہ تن مصروف تھے، اس وقت سے اب تک برابر شائع ہورہی ہے،ملک وبیرون ملک سے دسیوں ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں،۲۰۰۳ء میں دارالمصنفین سے تحقیق ومراجعت کے بعد نیاایڈیشن شائع ہوا ہے جو راقم کے پیش نظر ہے۔

مولانا روم اوران کی مثنوی معنوی جسے ہست قرآں درزبان پہلوی کہا گیا ہے، اس کو دنیا تصوف وسلوک کی نسبت عام سے جانتی تھی مگر علامہ شبلی نے اپنی تحقیقات سے ثابت کیا ہے کہ وہ کلام وعقائد کی بھی بہترین مثال ہے، وہ لکھتے ہیں:

> ''مولانا روم کو دنیا جس حیثیت سے جانتی ہے وہ فقر وتصوف ہے اور اس لحاظ سے متکلمین کے سلسلہ میں ان کو داخل کرنا اور اس حیثیت سے ان کی سوانح عمری لکھنا لوگوں کو موجب تعجب ہوگا لیکن ہمارے نزدیک اصل علم کلام یہی ہے کہ اسلام کے عقائد کی اس طرح تشریح کی جائے اوراس کے حقائق ومعارف اس طرح بتائے جائیں کہ خود بخود دلنشیں ہوجائیں، مولانا روم نے جس خوبی سے اس فرض کو ادا کیا ہے مشکل سے اس کی نظیر مل سکتی ہے، اس لئے ان کو زمرہ متکلمین سے خارج کرنا سخت ناانصافی ہے۔''[۱]

مثنوی معنوی کے اس منفرد مطالعہ وجائزہ کی داد حبیب شبلی مولانا حبیب الرحمٰن شروانی نے

ان الفاظ میں دی ہے:

''مثنوی شریف کو ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے پڑھا ہوگا اس کی بیسیوں شرحیں لکھی گئیں، بہت سے خلاصے ہوئے لیکن (جہاں تک معلوم ہے) صرف ایک تصوف کی کتاب کی حیثیت سے، یہ دقیقہ سنجی علامہ شبلی کی نظر کے واسطے ودیعت تھی کہ مثنوی معنوی علم الکلام کا بھی بہترین مجموعہ ہے۔'' ۳

علامہ شبلی کی دوسری سوانحی تصنیفات کی طرح یہ کتاب بھی دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصہ میں مولانا روم کی سوانح اور دوسرے حصہ میں مثنوی معنوی پر تقریظ وتبصرہ ہے، الغزالی کی طرح سوانح مولانا روم کا بھی پہلا حصہ مختصر اور دوسرا حصہ علامہ کی وسعت نظر اور کدوکاوش کا نمونہ ہے۔

پہلا حصہ: اس کا آغاز مولانا روم کے نام ونسب سے ہوا ہے، شجرۂ نسب سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا روم حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں سے تھے اور سلطان محمد خوارزم شاہ ان کا نانا تھا، ان کے والد مولانا بہاء الدین پایہ کے بزرگ اور فضل وکمال میں یکتائے روزگار تھے ۳ ان کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد سلاطین روم کا ذکر ہے، علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ:

''چونکہ مولانا کے حالات زندگی میں سلاطین روم کا ذکر جابہ جا آئے گا اور ان سلاطین میں سے اکثر کو مولانا سے خاص تعلق رہا اس لئے مختصر طور پر اس سلسلہ کا ذکر ضروری ہے۔ ۴

اس کے بعد مولانا روم کی ولادت کا ذکر ہے کہ وہ ۶۰۴ھ میں بمقام بلخ پیدا ہوئے، اپنے والد مولانا بہاء الدین اور ان کے ایک شاگرد سے تحصیل علم کے بعد حلب اور شام کے مدارس میں علمی تشنگی بجھائی اور تمام علوم درسیہ میں کامل مہارت پیدا کی۔ ۵

علامہ شبلی نے مولانا روم کی زندگی کو دو ادوار میں تقسیم کیا ہے، پہلے دور میں ان پر علوم ظاہری اور دوسرے دور میں علوم باطنی کا رنگ غالب رہا، پہلے دور کے بارے میں علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ:

مولانا پر اب تک ظاہری ہی علوم کا رنگ غالب تھا علوم دینیہ کا درس دیتے تھے، وعظ کہتے تھے، مثنوی لکھتے تھے، سماع وغیرہ سے قطعاً احتراز کرتے تھے۔'' ۶

اس دور میں شمس تبریز سے ان کی ملاقات ہوئی اس ملاقات کے متعلق انھوں نے کئی روایتیں اور واقعات لکھے ہیں، شمس تبریز کا بھی مختصر حال قلم بند کیا ہے، ان کی ملاقات سے مولانا روم

تصوف وسلوک اور معرفت کی طرف نہ صرف مائل ہوئے بلکہ اس میں غرق ہوگئے، یہیں سے ان کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا اس کی تمام تفصیلات علامہ شبلی نے قلم بند کی ہیں، شمس تبریز سے انھیں جو والہانہ شیفتگی پیدا ہوگئی تھی اور سلوک ومعرفت کا ان پر جو نشا طاری ہوگیا تھا اس کا ذکر بھی علامہ شبلی نے اسی اسلوب میں کیا ہے۔

اس کے بعد مولانا روم کے تلامذہ اوران کی آل اولاد کا تذکرہ ہے ان کے سلسلہ باطنیہ، معاصرین کے ذکر کے ساتھ ان کے اخلاق وعادات، زہدوورع، قناعت، توکل الی اللہ وغیرہ اوصاف اور اس کے واقعات قدرے تفصیل سے قلم بند کئے گئے ہیں جس سے مولانا روم کی عظمت وبلند پایگی پورے طور پر عیاں ہوتی ہے، ان کے زہدوقناعت کا ذکر کرتے ہوئے علامہ شبلی کہتے ہیں:

> ''مزاج میں انتہا درجہ کی زہدوقناعت تھی، تمام سلاطین وامراء نقدی اور ہر قسم کے تحائف بھیجتے تھے لیکن مولانا اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے جو چیز آتی اسی طرح صلاح الدین زرکوب یا چلپی حسام الدین کے پاس بھجوادیتے کبھی کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ گھر میں نہایت تنگی ہوتی اور مولانا کے صاحبزادے سلطان ولد اصرار کرتے تھے تو کچھ رکھ لیتے جس دن گھر میں کھانے کا کچھ سامان نہ ہوتا بہت خوش ہوتے اور فرماتے کہ آج ہمارے گھر میں درویشی کی بوآتی ہے۔'' ۷

پانچ جمادی الثانی ۶۷۲ھ (۱۲۷۳ء) میں وفات پائی اور قونیہ کی خاک کا پیوند ہوئے۔ ۸
غرض اس حصہ میں ان کی زندگی کا ایک مختصر مگر جامع مرقع قلم بند کیا گیا ہے۔

دوسرا حصہ: دوسرے حصے کا آغاز ان کی تصنیفات سے ہوا ہے جس میں فیہ مافیہ، دیوان اور مثنوی کا مفصل جائزہ لیا گیا ہے، مولانا روم کا دیوان شمس تبریز کے نام منسوب ہوگیا تھا جسے علامہ شبلی نے فاش غلطی قرار دیا ہے اورمختلف دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ تبریز کا نہیں بلکہ مولانا روم کا دیوان ہے، مثنوی معنوی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

> ''یہی کتاب ہے جس نے مولانا کے نام کو آج تک زندہ رکھا ہے اور جس کی شہرت ومقبولیت نے ایران کی تمام تصنیفات کو دبالیا ہے۔'' ۹

مثنوی کے ذکر میں اس کے سبب تصنیف، شہرت ومقبولیت اور اس کے اسباب، اس کی ترتیب، مثنوی اور حدیقہ کے مشترک مضامین اوراس کی متعدد خصوصیات کا ذکر ہے، علامہ شبلی لکھتے ہیں:

"سب سے بڑی خصوصیت جو مثنوی میں ہے وہ اس کا طرز استدلال اور طریقۂ افہام ہے، استدلال کے تین طریقے ہیں، قیاس، استقراء، تمثیل، چونکہ ارسطو نے ان تینوں میں قیاس کو ترجیح دی تھی اس لئے اس کی تقلید سے حکمائے اسلام میں بھی اس طریقہ کو زیادہ تر رواج ہوا.......... مولانا روم نے زیادہ تر اسی قیاس تمثیلی سے کام لیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ عام طبائع کے افہام و تفہیم کا آسان اور اقرب الی الفہم یہی طریقہ ہے، استدلالی تمثیل کے لئے تخئیل کی بڑی ضرورت ہے جو شاعری کی سب سے ضروری شرط ہے اس بناپر مثنوی کے لئے یہی طریقہ زیادہ مناسب تھا، مولانا کی شاعری کو جس بناپر شاعری کہاجاتا ہے وہ یہی قوت تخئیل ہے۔" [۱۰]

اس کے بعد مثنوی کے کلامی مباحث پر اظہار خیال کیا ہے، مثنوی کی شہرت عام اور اس کی کلامی حیثیت واضح کرتے ہوئے علامہ شبلی لکھتے ہیں:

"مثنوی نے عالم شہرت میں جو امتیاز حاصل کیا ہے آج تک کسی مثنوی کو یہ بات نصیب نہیں ہوئی لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس قدر مقبول ہونے اور ہزاروں لاکھوں دفعہ پڑھے جانے کے بعد بھی لوگ اس کو جس حیثیت سے جانتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ وہ تصوف اور طریقت کی کتاب ہے، یہ کسی کو خیال بھی نہیں آیا کہ وہ صرف تصوف نہیں بلکہ عقائد اور علم کلام کی بھی عمدہ ترین تصنیف ہے، موجودہ علم کلام کی بنیاد امام غزالی نے قائم کی اور امام رازی نے اس عمارت کو عرش کمال تک پہنچادیا اس وقت سے آج تک سیکڑوں ہزاروں کتابیں لکھی جاچکیں، یہ سارا دفتر ہمارے سامنے ہے لیکن انصاف یہ ہے کہ مسائل عقائد جس خوبی سے مثنوی میں ثابت کئے گئے ہیں یہ تمام دفتر اس کے آگے ہیچ ہے۔" [۱۱]

علامہ شبلی کا خیال ہے کہ کلام وعقائد کے تمام اہم اور بنیادی موضوعات کا ذکر مثنوی میں موجود ہے چنانچہ انھوں نے الٰہیات ذات باری، صفات باری، نبوت اور اس کی حقیقت، وحی، ملائکہ، معجزہ، روح، معاد، جبروقدر وغیرہ کا عنوان قائم کرکے مثنوی میں مولانا روم نے ان سے متعلق جن خیالات کا اظہار کیا ہے ان کی وضاحت کی ہے، کتاب کا یہ حصہ بہت اہم اور علامہ شبلی کے تخلیقی

اجتہادات کا نمونہ ہے، یہاں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

ذات باری

یہ ایک اہم بحث ہے، مولانا روم نے متعدد حیثیتوں سے اس کی وضاحت کی ہے، اس کا ایک نمونہ یہ ہے، علامہ شبلی لکھتے ہیں:

''خدا کے اثبات کے مختلف طریقے ہیں اور ہر طریقہ ایک خاص گروہ کے مناسب ہے، پہلا طریقہ یہ ہے کہ آثار سے مؤثر پر استدلال کیا جاتا ہے یہ طریقہ خطابی ہے اور عوام کے لئے یہی طریقہ سب سے بہتر ہے، یہ صاف نظر آرہا ہے کہ عالم ایک عظیم الشان کل ہے جس کے پرزے رات دن حرکت میں ہیں، ستارے چل رہے ہیں، دریا بہہ رہا ہے، پہاڑ آتش فشاں ہیں، ہوا جنبش میں ہے، زمین نباتات اگا رہی ہے، درخت جھوم رہے ہیں، یہ دیکھ کر انسان کو خود بخود خیال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی پرزور ہاتھ ہے جو ان تمام پرزوں کو چلا رہا ہے اس کو مولانا اس طرح ادا کرتے ہیں ۔

دست پنہاں وقلم بین خط گذار
اسپ در جولان ونہ پیدا سوار [۱۲]

صفات باری

اسی طرح صفات باری پر متعدد اشعار سے مولانا روم کے نقطۂ نظر کی وضاحت کی گئی ہے اور آخر میں لکھا ہے کہ:

''مولانا کی اصل تعلیم یہ ہے کہ خدا کی ذات وصفات کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہئے اور جو کچھ کہا جائے گا وہ خدا کے اوصاف نہ ہوں گے کیوں کہ انسان جو کچھ تصور کرسکتا ہے، محسوسات کے ذریعہ سے کرسکتا ہے اور خدا اس سے بالکل بری ہے۔ [۱۳]

نبوت

نبوت کی حقیقت، وحی کی حقیقت، مشاہدہ، ملائکہ، معجزہ، نبوت کی تصدیق کیوں کر ہوتی ہے، نبوت کے سلسلہ کے اہم مباحث ہیں، مولانا روم نے ان سب پر روشنی ڈالی ہے، علامہ شبلی نے اس کی

مثالیں نقل کر کے ایک ایک کی تشریح وتوضیح کی ہے اور لکھا ہے کہ مولانا نے اس بحث کے تمام اجزاء پر لکھا ہے اوراس خوبی سے لکھا ہے کہ گویا اس راز سربستہ کی گرہ کھول دی ہے۔ ۱۴

روح

مثنوی میں اس موضوع کی بھی مولانا روم نے وضاحت کی ہے اور بڑی حکمت کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے، علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ:

> ''حقیقت یہ ہے کہ روح وغیرہ اس قسم کی چیزیں نہیں جن پر اس قسم کے دلائل قائم ہوسکیں جیسے محسوسات اور مادیات کے لئے ہوسکتے ہیں ان چیزوں کے ثابت کرنے کا صرف یہی طریقہ ہے کہ ان کی حقیقت اورخواص کی اس طرح تشریح کی جائے کہ خود بخود دل میں اذعان کی کیفیت پیدا ہوجائے مولانا نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔'' ۱۵

معاد

یہ عقائد کی ایک اہم بحث ہے اور بقول علامہ شبلی '' حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ اعتقاد دل سے اٹھ جائے کہ معاصی اور افعال بد پر کبھی کسی نہ کسی قسم کا مواخذہ ضرور ہوگا تو تمام دنیا میں اخلاق کا جو پایہ ہے دفعتہً اپنے درجہ سے گرجائے گا۔ ۱۶ اس کی دوسری تفصیلات پیش کرنے کے بعد انھوں نے مولانا روم کے اشعار میں اس کی جزئیات پر جو اظہار خیال کیا گیا ہے اس کی نشاندہی کی ہے اور لکھا ہے کہ:

> ''متکلمین کے برخلاف مولانا (روم) نے اس مسئلہ کی اس طرح تشریح کی ہے کہ روح جسم سے جداگانہ ایک جوہر نورانی ہے اور جس کے فنا ہونے پر اس پر صرف اس قدر اثر پڑتا ہے جتنا ایک کاری گر پر ایک خاص آلہ کے جاتے رہنے سے چنانچہ جب یہ ثابت ہے کہ روح فنا نہیں ہوتی تو معاد کے ثابت کرنے کے لئے نہ اعادہ معدوم کے دعوی کی ضرورت ہے نہ احیاء موتی کی۔ ۱۷

جبروقدر

علامہ شبلی نے پہلے جبروقدر کی حقیقت واضح کی ہے پھر مولانا روم کا اس سلسلے میں جو موقف ہے اسے ان کی مثنوی کی روشنی میں واضح کیا ہے جبرواختیار پر علاحدہ علاحدہ روشنی ڈالی ہے، علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ:

''مولانا روم نے اس مسئلہ پر مختلف حیثیتوں سے بحث کی ہے سب سے پہلے مولانا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ گوجبریہ وقدریہ دونوں غلطی پر ہیں لیکن ان دونوں کو نسبتہً دیکھا جائے تو قدریہ کو جبریہ پر ترجیح ہے کیوں کہ اختیار مطلق ہدایت کے خلاف ہے اور جبر مطلق بداہت کے خلاف ہے اس قدر ہر شخص کو بداہتہً نظر آتا ہے کہ وہ صاحب اختیار ہے باقی یہ امر کہ یہ اختیار خدا نے دیا ایک فطری مسئلہ ہے یعنی استدلال کا محتاج ہے، بدیہی نہیں۔ ۱۸

اس کے بعد جبروقدر پر مثنوی کی روشنی میں مولانا روم کے خیالات کی توضیح وتشریح ہے کہ مولانا کا عقیدہ عام روش سے علیحدہ ہے اور شبلی نے اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''مولانا روم کا عام عقیدہ سے الگ روش اختیار کرنا ان کے کمال اجتہاد بلکہ قوت قدسیہ کی دلیل ہے۔ ۱۹

اس کے بعد سوانح مولانا روم میں تصوف کا باب ہے جس میں تصوف کی حقیقت اور حضرات صوفیاء کے خیالات پیش کرنے کے بعد مولانا روم کے خیالات پیش کئے گئے ہیں، توحید کے ضمن میں وحدۃ الوجود اور دوسرے مقامات سلوک کا ذکر ہے، متعدد دلائل پیش کرنے کے بعد علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ:

'' مولانا وحدۃ الوجود کے قائل ہیں ان کے نزدیک تمام عالم اسی ہستی مطلق کی مختلف شکلیں اور صورتیں ہیں اس بناپر صرف ایک ذات واحد موجود ہے اور تعدد جو محسوس ہوتا ہے محض اعتباری ہے۔'' ۲۰

آخرمیں فلسفہ وسائنس کے بعض مباحث جن کا ذکر مثنوی میں پایا جاتا ہے مثلاً تجاذب اجسام، تجاذب ذرات، تجدد امثال اور مسئلہ ارتقا وغیرہ کا بیان ہے، اس طرح علامہ شبلی کی یہ کتاب سوانح سے زیادہ فلسفہ وکلام کی کتاب ہوگئی ہے۔

تحقیقات: علامہ شبلی نے جس وقت یہ کتاب لکھی تھی اس وقت مولانا روم کے متعلق بہت کم مواد ومعلومات دستیاب تھے یہی وجہ ہے کہ انھوں نے زیادہ تر دوکتابوں سپہ سالار کے رسالہ اور مناقب العارفین کی بنیاد پر سوانح مولانا روم قلم بند کی اس کے باوجود کئی مقامات پر انھوں نے اپنے ذوق تحقیق وتدقیق سے کام لے کر اصل حقائق کی وضاحت کی ہے مثلاً:

۱- مولانا روم کا دیوان شمس تبریز کے نام سے اس قدر مشہور تھا کہ انھیں کے نام سے شائع تک ہوا، علامہ شبلی نے اسے فاش غلطی قرار دیا اور قوی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ یہ اصلاً مولانا روم کا دیوان ہے ۲۱

مولانا حبیب الرحمٰن شروانی نے لکھا ہے کہ یہ فیصلہ بالکل درست ہے۲۲ البتہ انھوں نے رباعی کے ذکر نہ کرنے کا شکوہ کیا ہے۲۳ لیکن قیاس یہ ہے کہ علامہ شبلی کے پیش نظر جو دیوان تھا غالباً اس میں رباعیات نہ تھیں۔

۲- مثنوی کے چھٹے دفتر کے بارے میں عام رائے یہ تھی کہ وہ مولانا روم کا نہیں ہے بعد کے لوگوں نے شامل کردیا ہے، علامہ شبلی نے اس کی بھی تحقیق کی اور ثابت کیا کہ یہ دراصل مولانا روم ہی کا ہے جسے انھوں نے بیماری کے بعد مکمل کیا اور ساتواں دفتر بھی لکھا۔۲۴

۳- اسی طرح شمس تبریز کے قونیہ وارد ہونے اور مولانا سے ملاقات کا حال مختلف تذکرہ نگاروں نے مختلف انداز سے قلم بند کیا ہے جس میں خوش عقیدگی کی وجہ سے بہت سے دوراز کار واقعات شامل کردیے ہیں، علامہ شبلی نے یہاں بھی روایت ودرایت کے اصولوں سے کام لیتے ہوئے اصل واقعہ قلم بند کیا ہے۔۲۵

البتہ بعض واقعات کی تحقیق کی طرف انھوں نے توجہ نہیں کی مثلاً قونیہ میں چالیس دن تک مسلسل زلزلہ کا آنا، یہ اس قدر اہم واقعہ تھا کہ اس عہد کی دوسری تاریخوں سے بھی اس کی تصدیق وتحقیق کی جاسکتی تھی مگر علامہ شبلی نے اس کی طرف توجہ نہ دی، اسی طرح کی بعض اور روایتیں بھی جگہ پاگئی ہیں تاہم یہ واقعہ ہے کہ مولانا روم کے ذکر میں اسی طرح کے دوراز کار واقعات کی کثرت تھی جس کی وجہ سے بعض واقعات کا درج ہوجانا قرین قیاس ہے، بحیثیت عمومی علامہ شبلی نے تحقیق وتدقیق اور تلاش وتفحص سے کام لیا ہے۔

مثنوی پر ریویو

علامہ شبلی نے مولانا روم کے دیوان اور مثنوی پر ادبی وتنقیدی لحاظ سے جو نقد وتبصرہ کیا ہے، وہ بھی کتاب کا ایک اہم پہلو ہے عموماً کلام وعقائد کی بحث کی وجہ سے اس کی طرف نقادوں نے کم توجہ دی حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ شبلی نے مثنوی کی شرح میں جوادبی نکتے بیان کردیے ہیں مثنوی کے متعدد شارحین کی وہاں نظر نہ پہونچ سکی اس لحاظ سے کہیں کہیں یہ کتاب ادب وتنقید کا نمونہ معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً مولانا روم کی غزل گوئی کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱- عام غزلوں کی طرح ہر شعر الگ نہیں ہوتا۔

۲- ان کے کلام میں جو وجد، جوش اور بے خودی پائی جاتی ہے اوروں کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔

۳- عشق ومحبت کے جوش میں عاشق پر جو خاص خاص حالتیں گذرتی ہیں ان کو اس خوبی سے ادا

کرتے ہیں کہ آنکھوں کے سامنے ان کی تصویر کھنچ جاتی ہے۔

۴- ان کے کلام میں جلال، ادعا، بے باکی اور بلند آہنگی پائی جاتی ہے۔ ۲۶

بحیثیت سوانح

سوانح مولانا روم ایک سوانح عمری ہے اس حیثیت سے اس کا نقادوں نے مطالعہ وجائزہ لیا ہے اور اس پراعتراضات کیئے ہیں مثلاً ڈاکٹر سید عبداللہ نے لکھا ہے:

> محض سوانح عمری کی حیثیت سے یہ کتاب شبلی کی غالباً ناقص ترین کتاب ہے۔...... جس طرح مولانا (روم) کے قدیم سوانح نگار سپہ سالار نے ان کی لائف سے انصاف نہیں کیا اسی طرح جدید محققین کے سپہ سالار مولانا شبلی نے بھی اس کی سوانح نگاری کا حق ادا نہیں کیا۔ ۲۷

اسی طرح ڈاکٹر سید شاہ علی، نے بھی بحیثیت سوانح اسے کمزور کتاب قرار دیا ہے ۲۸ لیکن ان نقادوں نے ان کمیوں کی نشاندہی نہیں کی جن کی بنیاد پر اسے ناقص قرار دیا ہے غالباً مولانا روم کے سوانحی کوائف کی کمی کے باعث یہ الزامات روا رکھے گئے حالانکہ اختصار کی وجہ خود شبلی نے واضح کردی ہے کہ ان کے حالات دستیاب نہیں گویا بنیادی کمی مواد ومعلومات کی ہے جوظاہر ہے شبلی کا قصور نہیں جب مولانا روم کی زندگی کی جزئیات دستیاب نہیں تو انہیں شبلی کہاں سے پیش کرتے، اب سوال یہ ہے کہ جو معلومات دستیاب تھے ان سے کس درجہ کام لیا گیا، سوانح مولانا روم پڑھنے والا گواہی دے گا کہ اس سے عمدہ مرقع مولانا روم کی زندگی کا پیش کرنا آسان نہیں۔

ان اعتراضات کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ چونکہ دوسرا حصہ جس میں تصنیفات اور کلامی مباحث زیر بحث آئے ہیں وہ طویل ہے اور کدوکاوش کا نمونہ ہے اس کے مقابلہ مین سوانحی حصہ مختصر ہے اور غالباً اسی وجہ سے یہ خیالات پیدا ہوئے اس سلسلہ میں بنیادی بات یہ ہے کہ یہ کتاب ائمہ علم کلام کی سوانح عمریوں کے سلسلہ کی کڑی ہے اسے محض سوانحی اصولوں پر پرکھنا کچھ دیانت کی بات نہیں، لیکن بحیثیت مجموعی صاحب سوانح کی زندگی، عظمت، شخصیت اور کارناموں کا کوئی گوشہ نامکمل نہیں اور یہی اس کی سب سے بڑی خوبی ہے، خود ڈاکٹر سید شاہ علی نے بھی اعتراف کیا ہے کہ اس میں شبلی کا سوانحی شعور اطمینان بخش اور ترقی یافتہ ہے۔ ۲۹ مجموعی طور سے یہ ایک اہم کتاب اور غالباً اپنی نوعیت کے لحاظ سے واحد اور منفرد کتاب ہے جس کی مثال ہماری علمی ادبی تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔

مولانا روم سے متعلق اب بعض جدید ماخذ سامنے آگئے ہیں جس سے اور بہتر طور پر مولانا

روم کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے اور کیا جارہا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اب تک سوانح مولانا روم جیسی کوئی دوسری کتاب نہیں لکھی جاسکی، یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب ہندوستان سے ایران تک مقبول ومتداول ہے مشہور ایرانی مترجم سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے ۱۳۳۲ھ ش مین اسے فارسی میں ترجمہ کرکے شرکت چاپ رنگین تہران سے شائع کیا اور یہ ایران میں بھی قدر کی نگاہ سے دیکھی گئی۔

مولانا روم ایک ایسی جاذب اور پرکشش شخصیت کے مالک تھے جو اب تک باقی ہے اور آیندہ بھی باقی رہے گی، اس لئے جب بھی مولانا جلال الدین رومی کا مطالعہ ہوگا، سوانح مولانا روم سے صرف نظر نہ کیا جاسکے گا۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔دیباچہ سوانح مولانا روم، ص۳
۲۔مقالات شروانی، ص۱۵۴
۳۔سوانح مولانا روم، ص۱-۲
۴۔ایضاً، ص۳
۵۔ایضاً ،ص۶
۶۔ایضاً
۷۔ ایضاً ،ص ۲۷-۲۸
۸۔ایضاً ،ص۱۹-۲۰
۹۔ایضاً ،ص۳۶
۱۰۔ایضاً ،ص۶۵
۱۱۔ایضاً ، ص۸۱
۱۲۔ایضاً، ص۸۳
۱۳۔ایضاً، ص۹۲
۱۴۔ایضاً ،ص۹۳
۱۵۔ایضاً، ص۱۱۰-۱۱۱
۱۶۔ایضاً ،ص۱۱۸
۱۷۔ایضاً
۱۸۔ایضاً ،ص۱۲۸
۱۹۔ایضاً، ص۱۲۹
۲۰۔ایضاً، ص۱۴۲-۱۴۳
۲۱۔ایضاً ،ص۳۵-۲۶
۲۲۔مقالات شروانی، ص۱۵۴
۲۳۔ایضاً
۲۴۔سوانح مولانا روم، ص۳۶
۲۵۔ایضاً، ص۷-۱۰
۲۶۔ایضاً، ص۳۹-۴۰
۲۷۔سرسید اوران کے نامور رفقاء ،ص۱۴۷
۲۸۔اردو میں سوانح نگاری ،ص۱۹۷
۲۹۔ایضاً